AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

Women's Rights: An analytical study in the light of Islamic Teaching

خواتین کے حقوق: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Kashifa Hakam Joya

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia university of Bahawalpur, Pakistan.

kashifahakim@gmail.com

Dr Muhammad Munir Azher

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia university of Bahawalpur

munirazher@iub.edu.pk

Abstract:

Islamic teachings, derived from the Quran and Hadith, outline specific roles and rights for women that address various aspects of life, including personal, social, economic, and spiritual domains. Central to these teachings is the notion of equality before God, where men and women are seen as complementary partners with distinct but equal responsibilities. The Quran emphasizes the spiritual equality of women, affirming their right to worship, education, and the pursuit of knowledge. Additionally, Islamic law (Sharia) provides women with legal rights related to marriage, inheritance, and property ownership, ensuring their autonomy and protection within societal structures. Despite traditional interpretations often focusing on women's roles in the family, recent scholarship has highlighted the flexibility of Islamic teachings in adapting to modern contexts, advocating for gender justice and empowerment. This abstract aims to explore the diverse perspectives on women's roles in Islam, analyzing both historical practices and contemporary understandings, emphasizing the importance of contextual interpretation and reform within Islamic scholarship to align women's rights with contemporary human rights standards.

Key Words: Allah ،Holy Quran, the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) ، Sirat -un-Nabiﷺ , , Islam, Women's Rights

تعارف

اسلام کے بنیادی مصادر قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اسلام میں بنیادی حقوق کی نہ صرف واضح اور معین صورت پیش کی گئی بلکہ ان حقوق کو اسلام نے ایسے قانون کا درجہ دیا جس کے پیچھے قوت نافذہ کا وجود بھی ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آباد ہوا ہے، اسی دن سے انسان کے ساتھ حقوق و فرائض کا تصور بھی پیدا ہوا ہے اور جوں جوں معاشرہ ترقی کے راستہ پر گامزن ہوا تو اسکے ساتھ ساتھ بعض نیک لوگوں کے اقوال اور ہدایات کو رسم ورواج کی حیثیت حاصل ہوتی رہی اور تغیرات زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ کتابی شکل میں مدون ہونے لگی۔

حقوق کا مفہوم

لفظ حق کا لغوی معنی سچائی، یقین، راست بازی، عدل و انصاف اور دلائل وبراہین کے ذریعہ ثابت شدہ چیز کے ہیں۔ حق مفرد ہے اور اس کی جمع حقوق ہے، اس کا مادہ ح ق ق ہے۔

امام راغب اصفھانی مادہ "ح ق ق" اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "

أصل الحق المطابقة والموافقة كمطابقة رجل الباب في حقه "[1]

" حق کی اصل مطابقت اور موافقت ہے، جیسے دروازے کی چابی کا اپنے سوراخ سے مطابقت رکھنا۔ " یعنی حق کے اصل معانی مطابقت و موافقت کے ہیں۔

القاموس المحیط میں لفظ حق کے معانی یوں بیان ہوئے ہیں۔

الحق يعنى الأمر المقتضى الحق يعني الملك الحق يعنى الموت۔[2]

حق کا مطلب و مراد ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ اس سے مراد ملکیت بھی ہے اور موت بھی۔

لفظ حق کے معانی اللہ تعالی کی ذات، قرآن کریم، توحید، صدق (سچائی) عدل وغیرہ کے بھی بیان ہوئے ہیں مشہور ماہر لغت ابن منظور "حق" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الحق نقيض الباطل۔[3]

یعنی حق باطل کے متضاد ہے۔ اس لئے حق اُس چیز کو بھی کہتے ہیں جو ثابت ہو باطل نہ ہو۔ "

اصطلاح میں حقوق یا حق کی کوئی ایک متعین تعریف طے نہیں ہے، یہ جو مختلف دانشوروں اور گروہوں کی اصطلاح ہے جو مختلف مقاصد کیلئے ہے۔ لیکن یہ اصطلاح کبھی بر عکس معانی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

حق وہ چیز ہے جو ثابت ہو کسی فرد یا جماعت کے لیے اور وسیع المعنی ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں حق کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"الثابتُ الذي لا يسوغُ إنكارُهُ"[4]

(یعنی ایسی ثابت شدہ حقیقت جس کا انکار نہ ہو سکے۔)

دور جدید کے نامور فقیہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی حق کی تعریف اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں بیان کرتے ہیں:

الحق هو مصلحة مستحقة شرعا.[5]

(حق وہ مصلحت ہے جس کا انسان شریعت کے مطابق مستحق قرار پاتا ہے)

یعنی حق سے مراد کسی شخص کی کسی دوسرے فرد کے اعمال پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہے جس میں متعلقہ شخص کی قوت کی بجائے شریعت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ انسان پر امن، خوشحال اور کامیاب زندگی گزرے اس لیے حقوق وفرائض کا تعین اور نفاذ کیا جاتا ہے۔ یہ حقوق انسان کو کسی ریاست کا شہری ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ عالمگیر انسانی برادری کا رکن ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں۔

قبل از اسلام عورت کی حیثیت

دنیا کی معلوم تاریخ پر نظر ڈالیں یا دوسرے مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس میں عورت کا کوئی کردار نظر نہیں آتا۔ ہر دور میں خواتین کی حیثیت مردوں کے مقابلے میں بہت ہی کم تر نظر آتی ہے۔ ان کو معاشرے میں نہایت گھٹیا مقام دیا جاتا تھا۔ اہل مذہب ان کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیتے تھے اور ان سے دور رہنے میں عافیت محسوس کرتے تھے۔ اور اگر ان سے کچھ رابطہ یا تعلق ہوتا بھی تو ایک ناپاک اور دوسرے درجے کی مخلوق کی حیثیت سے ہوتا جو صرف مردوں کی ضروریات کو پورا کرنے لیے پیدا کی گئی تھی۔ یونانی اساطیر میں ایک خیالی عورت پانڈورا کو تمام انسانی مصائب کا ذمہ دار ٹھرایا گیا تھا۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کی مذہبی خرافات میں حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کا باعث قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ عورت پر بہت طویل عرصہ ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابل لحاظ مخلوق نہ تھی۔ یہ اسلام ہی کا کارنامہ ہے کہ حواء کی بیٹی کو عزت و احترام کے قابل تسلیم کیا گیا اور اس کو مرد کے برابر حقوق دیے گئے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدا ہی عورت کے عظیم الشان کردار سے ہوتی ہے۔

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔ یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں

اسلام میں عورت کا درجہ

1۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا.[6]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔"

2-عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت ہٹادی گئی اور اس پر سے ذلت کا داغ دور کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حواء علیہا السلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ[7].

"پھر شیطان نے اُنہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔"

3۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا ہے، ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پوری اور برابر جزاء ملے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ[8].

"ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔"

4۔ عورت کو زندہ زمین میں گاڑے جانے سے خلاصی ملی۔ یہ وہ بری رسم تھی جو احترام انسانیت کے منافی تھی۔

5۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت "اولی الامر" کی طرف سے ملے گی۔

6۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں عطا کیے:

1۔ عورت کے اِنفرادی حقوق

عورت کے انفرادی حقوق انسانی معاشرے کی بنیادی اقدار میں شامل ہیں، جو اسے ایک باوقار، آزاد اور بااختیار فرد کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ان حقوق میں تعلیم حاصل کرنے، اپنی پسند سے فیصلہ کرنے، روزگار اختیار کرنے، جائیداد کی ملکیت، اظہارِ رائے، اور قانونی تحفظ جیسے بنیادی اختیارات شامل ہیں۔ اسلام نے صدیوں پہلے عورت کو ماں، بیٹی، بیوی اور شہری کی حیثیت سے مکمل عزت اور حقوق عطا کیے، جنہیں جدید دنیا نے اب قانونی طور پر تسلیم کیا ہے۔ ایک مہذب معاشرے کی پہچان یہ ہے کہ وہ عورت کو اس کا انفرادی تشخص اور اختیار دیتا ہے، اور ہر میدان میں اس کی شرکت کو ممکن بناتا ہے۔ لہٰذا، عورت کے انفرادی حقوق کا تحفظ نہ صرف انصاف کا تقاضا ہے بلکہ ایک متوازن اور ترقی یافتہ معاشرے کی ضمانت بھی ہے عورت کے چند انفرادی حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) عصمت وعفت کا حق

معاشرے میں عورت کی عزت واحترام کو یقینی بنانے کے لیے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ۔[9]

" اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں"

"فرج" کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہوسکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں اور اس لیے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو اور نہ خود کہو، اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔[10]

"اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے۔"

(2) عزت اور رازداری کا حق

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ O فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔[11]

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لے لو اور اہلِ خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو o اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔"

خود حضور نبی اکرم ﷺ کا یہی دستور تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے السلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحبِ خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری مرتبہ السلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی کوئی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسبِ معمول السلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے وعلیکم السلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی طرح تینوں بار ہوا۔ آخر جب آپ ﷺ یہ خیال کرکے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

يا رسول الله! إني كنت أسمع تسليمك و أرد عليك ردا خفيا لتكثر علينا من السلام۔[12]

"حضور ﷺ میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دُعا کریں (کیونکہ السلام علیکم بھی سلامتی کی دُعا ہے)۔"

(3) تعلیم و تربیت کا حق

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اِقرأ سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور شناختِ پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ Oخَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ Oاقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ Oالَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ Oعَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[13]

"(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا o اس نے انسان کو (رحم مادر میں جونک کی طرح) معلق وجود سے پیدا کیا o پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے o جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا o جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کر دے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الرجل تکون له الامة فیعلمها فیحسن تعلیمها و یودبها فیحسن ادبها ثم یعتقها فیتزوجها فله اجران۔[14]

"اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آداب سکھائے اور یہ اچھے آداب سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔"

(4) حسنِ سلوک کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں عورتوں سے عفو و درگزر اور رافت و محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المرأة کالضلع ان اقمتها کسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج۔[15]

"عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اس کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخرفلا یؤذي جاره واستوصوا بالنساء خیرا، فانهن خلقن من ضلع و ان اعوج شئ في الضلع اعلاہ فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیرا.[16]

"جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کر لو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں۔ اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کر لو۔"

(5) ملکیت اور جائیداد کا حق

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔[17]

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے

کمایا۔"

عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رہتا ہے۔ طلاق رجعی کے بارے میں ابنِ قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے ایسی بیماری جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو، کے دوران میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر دورانِ عدت اسی بیماری سے مر گیا تو بیوی اس کی وارث ہو گی اور اگر بیوی مر گئی تو شوہر اُس کا وارث نہیں ہو گا۔

(6) حرمتِ نکاح کا حق

اسلام سے قبل مشرکینِ عرب بلا امتیاز ہر عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ باپ مر جاتا تو بیٹا ماں سے شادی کر لیتا۔ جصاص نے 'احکام القرآن' میں سوتیلی ماں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے:

وقد كان نكاح إمراة الأب مستفيضا شائعا في الجاهلية۔[18]

"اور باپ کی بیوہ سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔"

اسلام نے عورتوں کے حقوق نمایاں کرتے ہوئے بعض رشتوں سے نکاح حرام قرار دیا اور اس کی پوری فہرست گنوا دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الأَخِ وَبَنَاتُ الأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللاَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُواْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلاَئِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلاَبِكُمْ وَأَن تَجْمَعُواْ بَيْنَ الأُخْتَيْنِ إَلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ[19].

"تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں سب حرام کر دی گئی ہیں۔ اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر ان کی (لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے کہ) تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔"

2۔ عورت کے عائلی حقوق

(1) ماں کی حیثیت سے حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا:

"امک، " قال : ثم من؟ قال :"ثم امک، " قال : ثم من؟ قال :"ثم امک"، قال ثم من؟ قال :"ثم ابوک"۔[20]

"کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ ہے، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے۔"

(2) بیٹی کی حیثیت سے حق

وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت ورسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے بیٹی کو احترام وعزت کا مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی وسماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا، ارشادِ ربانی ہے:

يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔[21]

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔"

قرآن حکیم نے بیٹی کی پیدائش پر غم وغصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اُس کی مذمت کی:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ Oيَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔[22]

"اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے O وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت ورسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ در گور کر دے) خبردار کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

(3) بہن کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی وسماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے، وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُواْ أَكْثَرَ مِن ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ[23].

"اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہو گی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔"

(4) بیوی کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل وبقاء کے لیے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا:

وَاللهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللهِ هُمْ يَكْفُرُونَ۔[24]

"اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں (بیویوں) سے تمہارے لیے بیٹے، پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو کیا پھر بھی وہ (حق کو چھوڑ کر) باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں"

3۔ عورت کے ازدواجی حقوق

آپ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات کی روشنی میں عورت کے درج ذیل نمایاں حقوق سامنے آتے ہیں:

(1)شادی کا حق

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور انہیں نکاح کا حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ، شریعت کے مقرر کردہ اُصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے اُنہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْاْ بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ[25].

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

(2)خیارِ بلوغ کا حق

نابالغ لڑکی یا لڑکے کا بلوغت سے قبل ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے پر رد کر دینے کا اختیار 'خیارِ بلوغ' کہلاتا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ازدواجی حقوق عطا کرتے ہوئے خیارِ بلوغ کا حق عطا کیا جو اسلام کے نزدیک انفرادی حقوق کے باب میں ذاتی اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ احناف کے نزدیک اگر کسی ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر کے نکاح ختم کر سکتے ہیں۔ جس طرح بالغ خاتون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر ولی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا ہو تو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح ایک نابالغہ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں کسی ولی نے کیا ہو، بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیار بلوغ حاصل ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون فوت ہوئے اور پسماندگان میں خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک بیٹی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ راوی عبد اللہ کہتے ہیں: یہ دونوں میرے خالو تھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی ماں کے پاس آیا اور اسے مال کا لالچ دیا۔ وہ عورت اس کی طرف مائل ہو گئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی خواہش کی طرف راغب ہو گئی پھر ان دونوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ قدامہ بن مظعون نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی پس میں نے اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبد اللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہو گئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هي يتيمة، ولا تنكح إلا باذنها. قال : فانتزعت والله مني بعد أن ملكتها، فزوجوها المغيرة[26].

” وہ (لڑکی) یتیمہ تھی، اور اس کی شادی اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ (راوی کہتا ہے:) اللہ کی قسم! جب میں نے اس (پر نکاح کا) اختیار حاصل کر لیا تھا تو وہ مجھ سے چھین لی گئی، اور پھر اس کی شادی مغیرہ سے کر دی گئی۔“

(3)مہر کا حق

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نہ صرف عورت کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ اُنہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے:

وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلاَ تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَاناً وَ إِثْماً مُّبِيناً۔[27]

"اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم بہتان تراشی کے ذریعے اور کھلا گناہ کر کے وہ مال واپس لو گے"

(4)حقوقِ زوجیت

مرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی الوسع حقوق زوجیت ادا کرنے سے دریغ نہ کرے۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتا تو قسم کھالیتا کہ میں بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اسے اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں۔ اس طرح عورت معلقہ ہو کر رہ جاتی ہے، نہ مطلقہ نہ بیوہ (کہ اور شادی ہی کر سکے) اور نہ شوہر والی۔ کیونکہ شوہر نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ یہ رویہ درست نہیں کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال ٹھہرائی ہے، انسان کا کوئی حق نہیں کہ اسے اپنے اُوپر حرام قرار دے لے۔ قرآن کہتا ہے:

لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآؤُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔[28]

"جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں تو ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ اس مدت کے اندر رجوع کر لیں اور آپس میں ملاپ کر لیں تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے۔"

یعنی اگر بیوی کی کسی غلطی کی وجہ سے تم نے یہ قسم کھائی ہے تو عفو و درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دو، اور اگر کسی معقول سبب کے بغیر تم نے یوں ہی قسم کھالی تھی تو قسم کا کفارہ دے کر رجوع کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو بخش دے گا۔ اگر خاوند چار ماہ تک رجوع نہ کرے، تو پھر بعض فقہاء کے نزدیک خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنک لتصوم الدهر وتقوم اليل. فقلت : نعم، قال : انک اذا فعلت ذلک هجمت له العين، و نفهت له النفس، لا صام من صام الدهر، صوم ثلاثة أيام صوم الدهر کله. قلت : فاني أطيق أکثر من ذلک، قال فصم صوم داؤد عليه السلام، کان يصوم يوما و يفطر يوما۔[29]

"تم ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہمیشہ قیام کرتے ہو؟ میں عرض گزار ہوا: جی۔ فرمایا: اگر ایسا کرتے رہو گے تو تمہاری آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور تمہارا جسم بے جان ہو جائے گا، نیز ہر مہینے میں تین روزے رکھنا گویا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لیا کرو جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔"

(5)کفالت کا حق

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس میں اُس کی خوراک، سکونت، لباس، زیورات وغیرہ شامل ہیں:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔[30]

"مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے حدیث مبارکہ میں عورت کے اس حق کی پاسداری کی تلقین فرمائی:

فاتقوا الله في النساء فإنكم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احدا تكرهونه، فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غير مبرح، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔[31]

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے ماتحت کیا ہے اور اللہ کے کلمہ (نکاح) سے انہیں اپنے لیے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو تمہارا بستر نہ روندنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم اُن کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور (شرعی) کے موافق خوراک اور لباس فراہم کرو۔"

(6) اِعتماد کا حق

عورت کا مرد پر یہ بھی حق ہے کہ وہ عورت پر اعتماد کرے، گھر کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا رہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ کا عمل اس معاملے میں یہی تھا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ۔[32]

"اور جب نبیِ (مکرّم ﷺ) نے اپنی ایک زوجہ سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، پھر جب وہ اُس (بات) کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی (ﷺ) پر اسے ظاہر فرما دیا تو نبی (ﷺ) نے انہیں اس کا کچھ حصّہ جِتا دیا اور کچھ حصّہ (بتانے) سے چشم پوشی فرمائی۔"

گھریلو معاملات میں عورت، مرد کی راز دان ہے لیکن اگر عورت غلطی یا نادانی سے کوئی خلاف مصلحت کام کر بیٹھے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی تشہیر نہ کرے، نہ اسے اعلانیہ ملامت کرے، جس سے معاشرے میں اس کی سبکی ہو۔ عورت کی عزت و وقار کی حفاظت مرد کا فرض اوّلین ہے کیونکہ یہ خود اس کی عزت اور وقار ہے۔ عورت کی سبکی اُس کی عزت اور وقار کے مجروح ہونے کا باعث بنتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اسے اس کی غلطی سے آگاہ کر دے اور آئندہ کے لیے اسے محتاط رہنے کا مشورہ دے۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک نہایت لطیف مثال کے ذریعے بیان کیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔[33]

"عورتیں تمہارے لیے لباس (کا درجہ رکھتی) ہیں اور تم ان کے لیے لباس (کا درجہ رکھتے) ہو۔"

(7) حسنِ سلوک کا حق

ازدواجی زندگی میں اگر مرد اور عورت کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں تو ذمہ داریاں بھی ہیں۔ پہلے مرد کو حکم دیا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[34]

"عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف ملحوظ رکھو۔"

اسلام سے پہلے عرب میں عورت کی خاندانی زندگی نہایت قابل رحم تھی۔ قدر و منزلت تو درکنار اسے جانوروں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتي انزل الله تعالي فيهن ما انزل وقسم لهن ما قسم۔[35]

"خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتیٰ کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل

کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے۔"

اور تو اور عورت، جانوروں اور دوسرے سازوسامان کی طرح رہن تک رکھی جاسکتی تھی۔

اس لیے جیسے مرد کے عورت پر بعض حقوق ہیں، ویسے ہی عورت کی طرف سے اس کے ذمے بعض فرائض بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے عورتوں سے گھریلو زندگی میں نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خيركم خيركم لأهله۔[36]

"تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کے لیے اچھا ہے۔"

(8) تشدد سے تحفظ کا حق

خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے:

وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لَّتَعْتَدُواْ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلاَ تَتَّخِذُواْ آيَاتِ اللهِ هُزُوًا۔[37]

"اور ان کو ضرر پہنچانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روکے رکھو۔ جو ایسا کرے گا اس نے گویا اپنے آپ پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو۔"

یہ آیت ان احکام سے متعلق ہے جہاں خاوند کو بار بار طلاق دینے اور رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتے ہیں اس لئے اسے معروف طریقے سے طلاق دے کر آزاد نہیں کر دیتے، بلکہ طلاق دیتے ہیں اور پھر رجوع کر لیتے ہیں، پھر طلاق دیتے ہیں اور پھر کچھ دن کے بعد رجوع کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت ایک دائمی اذیت میں مبتلا رہتی ہے۔ یہ گویا اللہ کے احکام اور رعایتوں سے تمسخر ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا کہ ان کو ظلم اور زیادتی کے لئے نہ روک رکھو۔ اس آیت مبارکہ میں یہاں ایک عام اصول بیان کر دیا ہے کہ عورت پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ ظلم اور زیادتی کی تعیین نہیں کی، کیونکہ یہ جسمانی بھی ہو سکتی ہے، ذہنی اور روحانی بھی۔

(9) بچوں کی پرورش کا حق

اس امر میں اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ بچہ کی پرورش کی مستحق سب سے پہلے اُس کی ماں ہے۔ ماں کو بچہ کی پرورش کا حق حاصل ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی آیت ظاہر نص کے طور پر تو موجود نہیں مگر اقتضاء نص کے طور پر فقہاء کرام نے آیتِ رضاعت۔۔۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلاَدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ . . . سے ثابت کیا ہے کہ صغر سنی میں بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

فقہاء کرام نے مذکورہ آیت مبارکہ کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

1۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد نکلے تو حمزہ کی بیٹی نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا اور آواز دی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسے اُٹھا لیا۔ اس بارے میں حضرت زید، علی اور جعفر رضی اللہ عنھم کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے لے لیا ہے کیونکہ وہ میرے چچا

کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا: وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے جبکہ زید نے کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمای:

الخالة بمنزلة الأم۔[38]

"خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔"

2۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

یا رسول الله! ان ابني هذا، كان بطني له وعاء، و ثديي له سقاء، و حجري له حواء، و إن أباه طلقني و أراد أن ينتزعه مني.

"اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے جس کے لئے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری چھاتی مشکیزہ اور میری گود اس کے لئے پناہ گاہ تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے لے لے۔"

اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنت أحق به ما لم تنكحي۔[39]

"تو اپنے بچہ کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کر لے۔"

(10) خلع کا حق

اگر عورت اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور اپنے شوہر کی بداخلاقی، مکاری یا اُس کی کمزوری سے نالاں ہو جائے اور اُسے ناپسند کرے اور اُسے خوف ہو کہ حدود اللہ کی پاسداری نہ کر سکے گی تو وہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور یہ کسی عوض کے بدلے ہو گا جس سے وہ اپنی جان چھڑائے۔ اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔[40]

"پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کر لے۔"

شریعتِ مطہرہ نے طلاق کو صرف شوہر کا حق قرار دیا ہے، کیونکہ شوہر ہی خاص طور سے رشتہ زوجیت قائم رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور وہ زوجیت کی بناء پر کافی مال خرچ کر چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ طلاق نہ دینے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ طلاق کی صورت میں اسے مؤخر شدہ مہر اور عورت کے دوسرے مالی حقوق ادا کرنا پڑتے ہیں۔

خلاصہ بحث

عورت انسانی تاریخ کی وہ مظلوم ہستی ہے جس کے تخلیقی، نفسیاتی اور فطری تقاضوں کی بنیاد پر صحیح حقوق اور ذمہ داریاں انھیں سونپی گئیں۔ عورت کے حقوق و فرائض اور مرد کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کے سلسلے میں دنیا میں انسان کے خودساختہ نظریات ہمیشہ افراط یا تفریط کا نشانہ بنے رہے اور اس کے نتیجہ میں بیچاری عورت ذات گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتی رہی۔

اسلام سے پہلے عورت اور مرد کے باہمی رشتے میں بڑی بے ہنگمی تھی۔ ساری دنیا فطرت کے خلاف افراط و تفریط کے راستے پر گامزن تھی۔ کوئی مستحکم نظام نہیں تھا، جس کی بنیاد پر ازدواجی رشتہ قائم ہو۔ ایرانی قانون و معاشرت میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی بھی رشتے کا استثناء نہ تھا۔ ایران کے اس شدید شہوانی رجحان کا ایک غیر فطری اور سخت رد عمل یہ ظاہر ہوا کہ ایک حکم راں مانی نے مرد و عورت کا باہمی اجتماع حرام قرار دے دیا۔ پھر مزدک نے تمام عورتوں کو تمام مردوں کے لیے حلال کر دیا، جس سے پورا ایران جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں ڈوب گیا۔ ہندوستانی مذہب و تمدن میں شہوانی جذبات اور جنسی میلان کو ابھارنے والے عناصر چھائے ہوئے تھے۔ معبودوں کی فہرست میں لنگم اور یونی (مرد اور عورت کی شرم گاہ) بھی اہمیت کے ساتھ شامل تھے۔ اس تن پرستی اور نفس پروری کے بالمقابل دوسری طرف نفس کُشی اور ریاضت و مجاہدہ (جوگ و تپشیا) کا سلسلہ جاری تھا۔ خود عرب میں زنا کوئی معیوب بات نہیں تھی اور اس کے بہت سے طریقے رائج تھے۔ غرض دنیا شہوت و تجرد کے دونوں سروں میں تقسیم اور اعتدال و توازن سے محروم تھی۔ کچھ افراد نفس کشی اور روحانی ترقی میں مصروف تھے اور عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دھارے میں بہہ رہی تھی۔ ایسے ماحول میں اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق معاشرتی لائحۂ عمل پیش کیا جس میں بھرپور طریقہ پر انسان کے شہوانی جذبات کی رعایت کے ساتھ اخلاقی و سماجی اقدار پیش کیے گئے۔ اس میں ہر اعتبار سے اعتدال تھا، توازن تھا، جاذبیت تھی اور فطرتِ انسانی سے مکمل مطابقت بھی۔

اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت انسانی سماج کے دو لازمی جز ہیں۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے۔ انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے اور سماجی زندگی میں دونوں کے جسمانی تقاضوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے فرق کیا گیا ہے؛ بال بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے۔ سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اصول ہے جس میں خاندانی نظام کی بقا اور اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابلِ برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] راغب الأصفهاني، الحسين بن محمد، المفردات في غريب القرآن، (دار القلم، الدار الشامية - دمشق بيروت الطبعة: الأولى - 1412ھ)۔ ص187

[2] مجد الدين، أبو طاهر محمد بن يعقوب، القاموس المحيط، (مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان الطبعة: الثامنة، ١٤٢٦ھ - ٢٠٠٥ م)، ص245

[3] ابن منظور، محمد بن مكرم، لسان العرب، (دار صادر - بيروت الطبعة: الثالثة - 1414ھ۔ ج2)، ص75

[4] رازی، امام فخر الدين ابو عبد الله محمد بن عمر بن الحسيني مفاتيح الغيب (بيروت، دار الاحياء، 1444ء، ج2)، ص434

[5] الزحيلي، الدكتور وهب الزحيلي، الفقه الاسلامي وأدلته (مصر، دار الاشاعت 1424ء، ج:2،)ص:345

[6] القرآن، النساء، 4 : 1

[7] القرآن، البقرة، 2 : 36

[8] القرآن، آل عمران، 3 : 195

[9] القرآن، النور، 24 : 30

[10] القرآن، النور، 24 : 31

[11] القرآن، النور، 24 : 27، 28

[12] ابو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب كم مره يسلم، 4 : 347، رقم: 5185

[13] القرآن، العلق، 96 : 1 - 5

[14] بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد، باب فضل من أسلم، 3 : 1096، رقم: 2849

[15] بخاري، الصحيح، كتاب النكاح، باب المدارة مع النساء، 5 : 1987، رقم:4889

[16] بخاري، الصحيح، كتاب النكاح، باب الوصاة بالنساء، 5 : 1987، رقم:4890

[17] القرآن، النساء، 4 : 32

[18] الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر، أحكام القرآن، (دار إحياء التراث العربي - بيروت، 1405ھ)، ج2، ص148

[19] القرآن، النساء، 4 : 23

[20] بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب من أحق الناس، 5 : 2227، رقم:5626

[21] القرآن، النساء، 4 : 11

[22] القرآن، النحل، 16 : 58، 59

[23] القرآن، النسآء، 4 : 12

[24] القرآن، النحل، 16 : 72

[25] القرآن، البقره، 2 : 232

[26] احمد بن حنبل، المسند، 2 : 130، رقم:6136

[27] القرآن، النساء، 4 : 20

[28] القرآن، البقره، 2 : 226

[29] بخاري، الصحيح، كتاب الصوم، باب صوم داود، 2 : 698، رقم:1878

[30] القرآن، النساء، 4 : 34

[31] مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، 2 : 889، رقم:1218

[32] القرآن، التحريم، 66 : 3

[33] القرآن، البقره، 2 : 187

[34] القرآن، النساء، 4 : 19

[35] مسلم، الصحيح، كتاب النكاح، باب حكم العزل، 2 : 1108، رقم:1479

[36] ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب فضل أزواج النبي ﷺ، 5 : 907، رقم:3895

[37] القرآن، البقره، 2 : 231

[38] بخاري، الصحيح، كتاب الصلح، باب كيف يكتب هذا، 2 : 960، رقم:2552

[39] ابو داؤد، السنن، كتاب الطلاق، باب نفقة، 2 : 283، رقم:2276

[40] القرآن، البقره، 2 : 229